مولانا ابو زید احمد نعمانی

افغانستان: امریکیوں کیلئے فولاد کا پہاڑ

افغانستان پر سامراجی تسلط کو دس برس مکمل ہو چکے۔ ایک عشرہ قبل دنیا کے سب سے طاقتور ملک نے، ایک پس ماندہ ترین سرزمین کو اپنی ننگی جارحیت کا ہدف بنایا تھا۔ قیامت خیز گھڑیاں تھیں۔ غرور و تکبر سے اکڑی گردنیں خم کھانا بھول چکی تھیں۔ مادی برتری کا نشہ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ ایک طرف طاغوت کے پجاری تھے، دوسری جانب رحمٰن کے بندے۔ ایک اپنی طاقت وقوت پر نازاں تھا تو دوسرا اپنے رب کی خصوصی نصرت کا امیدوار۔ ایک کے ساتھ دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی اور سامان حرب سے مسلح فوج تھی، دوسرا اپنی بچی کچھی اور منتشر قوت کو جمع کرنے میں معروف عمل۔ ایک سمت صلیبی اتحادی مظلوم و بے کس مسلمانوں کے خاتمے کے لیے یک زبان تھے، دوسری جانب اپنوں نے بھی عین وقت میں بیگانگی اور چشم پوشی کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ ظاہر کی آنکھ اور عقل کا فیصلہ یہی بتلا رہا تھا کہ بس چند مہینوں کا کھیل ہے، جو جلد اختتام پذیر ہو جائے گا۔ کہاں تو آلات حرب تک کی فراوانی اور کہاں اشیاء خورد و نوش کی نایابی۔ کوئی مقابلہ اور توازن ہی نہیں بنتا تھا، دونوں کے درمیان۔ لیکن آج 10 سال بعد زمینی حقائق کوئی اور کہانی سنا رہے ہیں۔ دنیا پر ایک بار پھر یہ ثابت ہو گیا کہ کو لشکروں کو شکست دی جا سکتی ہے، نظریات کو نہیں۔

سوال یہ ہے کہ امریکا نے جس طمطراق کے ساتھ اپنے تمام تر دستیاب وسائل افغانستان کی تسخیر کے لیے جھونکے تھے، کیا وہ اسے کامیابی سے ہم کنار کر چکے ہیں؟ کیا افغان قوم کے سامنے اپنے آپ کو ایک نجات دہندہ اور مصلح کے روپ میں پیش کرنے والے امریکا نے، افغانوں کی تعمیر و ترقی کے لیے خاطر خواہ اقدامات کیے ہیں؟ اگر ہاں تو وہ کس حد تک کارگر اور مؤثر ثابت ہو رہے ہیں؟ ان سوالات کے جواب کے لیے انٹرنیشنل کرائسز گروپ کی حالیہ رپورٹ کا حوالہ ہی کافی ہوگا۔ جس میں کہا گیا ہے: ”طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں روز بہ روز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ 2011ء کے پہلے 6 ماہ کے دوران غیر ملکی فوجیوں اور سویلین کی ریکارڈ ہلاکتیں ہوئیں۔ اربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود سرکاری ادارے انتہائی ناقص اور کمزور ہیں جو گڈ گورننس فراہم کرنے کے قابل نہیں۔ آبادی کا کثیر حصہ بنیادی سہولتوں سے محروم ہے۔ امریکا اور ان کے اتحادیوں کے پاس مجوزہ انخلا سے قبل افغانستان کو معاشی اور سیاسی لحاظ سے مستحکم کرنے کے لیے کوئی مربوط پالیسی نہیں ہے۔“

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس وقت طالبان کی حربی صلاحیتوں میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ افغان مجاہدین کے حوصلے بلند، ہمت جواں اور ارادے غیر متزلزل ہیں۔ عید الفطر کے موقع پر طالبان کے سپریم کمانڈر ملا عمر مجاہد کا تازہ اعلامیہ اس پر شاہد عادل ہے۔ ”بدر“ کے نام سے موسوم صلیبی افواج کے خلاف جاری کارروائیوں میں، جس طرح

دشمن کو تباہی سے دوچار کیا جارہا ہے، اس نے بلاشبہ عالم کفر میں زلزلہ بپا کر دیا ہے۔ ایک سروے کے مطابق افغان عوام کی اکثریت اب یہ سمجھتی ہے کہ نیٹو کے زیر قیادت اتحادی افواج، طالبان کی قوت کمزور کرنے میں ناکام ہوگئی ہے۔ امریکی فوج کی نفسیاتی شکست کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ گزشتہ سے پیوستہ مہینے میں مجموعی طور پر 32 فوجیوں نے خودکشی کرلی۔ جن میں سے 22 فوجی مستعد ڈیوٹی پر تھے۔ جبکہ دس فوجیوں کا تعلق ریز رویونٹ سے تھا۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ امریکا دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر، عراق وافغانستان میں اب تک 12 کھرب ڈالر خرچ کر چکا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس نقصان میں، ہر گزرتے سیکنڈ کے ساتھ 5 ہزار ڈالر کا اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی میڈیا نے نائن الیون کی حالیہ برسی کے موقع پر، اپنی حکومت کی جنگی پالیسیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ دوسری جانب افغان جنگ جس تیزی سے نیٹو کے وسائل ہڑپ کر رہی ہے، وہ بھی عالمی طاقتوں کے حق میں کوئی نیک شگون نہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق: ''آئندہ 8 ماہ کے لیے 2.7 ارب ڈالر کا فوجی سازوسامان افغانستان میں استعمال کیا جائے گا۔ جس میں لڑاکا طیارے اور ٹینک شامل نہیں ہیں۔'' لامحدود دفاعی اخراجات، اعصاب شکن جنگ، بڑھتی ہوئی جنگی ضروریات اور معاشی ابتری نے حقیقتاً اتحادیوں کو مشکلات سے دوچار کر رکھا ہے۔ اسی لیے نیٹو منصوبہ ساز بھی اب افغان جنگ کو ''لوہے کا پہاڑ'' کہنے پر مجبور ہیں۔ واضح رہے کہ امریکا کی جانب سے 2014ء میں افغانستان سے فوجی انخلا کا اعلان بھی دھوکا ثابت ہوا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق امریکا 2024ء تک قیام کے لیے افغانستان میں پانچ اہم فوجی اڈے حاصل کرنے کے لیے سرگرم ہے۔

طالبان کے ہاتھوں ذلت آمیز ہزیمت اٹھانے کے باوجود امریکا خطے میں نئی گیم کھیلنے کی تیاری میں مصروف ہے۔ جس کے فریق مخالف میں سرفہرست پاکستان کا نام سامنے آتا ہے۔ کوئی دن نہیں جاتا، جس میں امریکی حکام اور ذرائع ابلاغ مملکت خداداد کے خلاف ہرزہ سرائی نہ کرتے ہوں۔ پروپیگنڈا جنگ کے ذریعے آہستہ آہستہ پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا ہے۔ بالخصوص سانحۂ ایبٹ آباد کے بعد واشنگٹن براہ راست کارروائی کا عندیہ بھی دے چکا ہے۔ داخلی طور پر بھی وطن عزیز کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کے لیے مختلف جہتوں سے کام ہو رہا ہے۔ فی الواقع گزشتہ ایک دہائی کے دوران پاکستان نے جس طرح امریکی وصلیبی جنگ میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگایا ہے، تاحال اس کا کوئی فائدہ کہیں نظر نہیں آرہا۔ آئندہ بھی کسی نوعیت کے نفع کی توقع عبث ہی ہوگی۔ الٹا 40 ہزار کے قریب انسانی جانوں اور 80 ارب ڈالر کا ناقابل برداشت نقصان ملک عزیز کو سہنا پڑا ہے۔ علاوہ ازیں طرح طرح کے مصائب عفریت کی مانند مادر وطن پر سایہ فگن ہو چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملکی سلامتی سے متعلق پالیسی ساز افراد اور ادارے، سابق دختر فروش صدر کی ناکام پالیسیوں سے مکمل برأت ولاتعلقی کا اعلان کریں۔ مندرجہ بالا حقائق کے آئینے میں یہ ملک کے نازک ترین حالات کا تقاضا بھی ہے اور ہماری قومی بقا وسلامتی کا سوال بھی۔